اِن مشرکین کے نزدیک یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ کرنا شرک نہیں ہے۔

**جواب:**

ہم اللہ کے دشمنوں کے دلوں پر مُہر ثبت کرنے والی ذاتِ باری تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہوئے کہتے کہ ہم اس استغاثہ سے انکار نہیں کرتے جو کسی مخلوق سے طلب کیا جائے بشرطیکہ وہ کام اس کے بس میں ہو۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصّہ میں ارشادِ ربّانی ہے:

**﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ﴾**

**(سورۃ القصص: ۱۵)**

''جو اُن کی قوم میں سے تھا اس نے دشمن کے فرد کے خلاف ان سے مدد طلب کی۔''

یا جس طرح انسان دَورانِ جنگ یا دوسرے حالات میں اپنے ساتھیوں سے ایسے کاموں میں مدد طلب کرتا ہے، جن کی وہ طاقت رکھتے ہیں۔

ہم نے تو ''استغاثہ عبادت'' کا انکار کیا ہے، جیسا کہ یہ لوگ اولیاء اللہ کے مزارات کے پاس یا دُور دراز سے ان کی عدم موجودگی میں ایسے اُمور میں مدد و مشکل کشائی کے طالب ہوتے ہیں جن کی قدرت صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو قیامت کے روز لوگوں کا انبیاء و رُسل سے استغاثہ کرنا کہ وہ اللہ سے دُعاء فرمائیں تا کہ لوگوں کا حساب و کتاب ہو اور اہلِ جنّت اس طویل رُکاوٹ کی پریشانی سے استراحت و آرام پائیں۔ اس قسم کا استغاثہ دنیا و آخرت ہر دو جہاں میں جائز ہے۔ دُنیا میں یوں کہ آپ کسی پارسا، پاکباز، زندہ اور حقیقی ولی کے پاس جائیں جو آپ کو اپنے پاس بٹھائے اور آپ کی بات سُنے۔ آپ اسے کہیں کہ میرے لیئے اللہ سے دعاء فرمائیں، جس طرح کہ اصحابِ رسول ﷺ آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی حیاتِ بابرکات میں یہی سوال کیا

کرتے تھے، البتہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روضۂ اطہر کے پاس جا کر یہ سوال کیا ہو بلکہ سلف صالحین نے تو آپ ﷺ کی قبرِ مُبارک کے پاس کھڑے ہو کر اللہ سے سوال کرنے کو بھی ممنوع کہا ہے۔ ۷ چہ جائیکہ سوال ہی آپ ﷺ سے کیا جائے۔

## شُبہ نمبر ۱۵:

وہ ایک اعتراض واشکال یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ: ''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نارِ نمرود میں ڈالے گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرتِ خلیل علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا:

''أَلَکَ حَـــــاجَةٌ؟'' کوئی ضرورت ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اَمَّـا اِلَیْکَ فَلَا'' آپ کی ذات سے ہو تو کوئی ضرورت نہیں۔ اگر جبرائیلِ امین علیہ السلام سے استغاثہ شرک ہوتا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس کی پیش کش ہرگز نہ کرتے۔''

## جواب:

یہ بھی پچھلے شک وشبہہ سے ہی ملتا جلتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی کام میں پیش کش کی جو اس کے بس میں تھا۔ کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ارشادِ الٰہی کی رُو سے ''شَدِیْدُ الْقُوٰی'' بڑے ہی طاقتور ہیں۔ اگر اللہ انھیں اجازت دیتا کہ نارِ نمرود، اس کے قرب وجوار کی زمین اور پہاڑوں کو اکھاڑ کر دور مشرق ومغرب میں پھینک دیں تو یہ اُن کے بس میں تھا۔ اگر اللہ حکم دیتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ سے اٹھا کر کسی دُور دراز مقام پر پہنچا دے تو یہ ان کے لیۓ ممکن تھا۔ اور اگر انھیں ارشاد ہوتا کہ ابراہیم علیہ السلام کو

---

۷ (سَـدّاً لِـلْبَـابِ' تا کہ کوئی کمزور ایمان اور ضعیف الاعتقاد یہ نہ سمجھ لے کہ شاید اسی روضہ سے رفع حاجت کا سوال کر رہا ہے۔ قمر)

آسمان کی طرف اُٹھالیں تو وہ اس پر بھی قادر تھے۔ یہ واقعہ تو بالکل اُسی صاحبِ دولت و ثروت، غنی انسان کی پیشکش جیسا ہے جو کسی مجبور ومحتاج آدمی کو دیکھے اوراسے قرض دینے کی خواہش ظاہر کرے یا حسبِ ضرورت اسے یوں ہی کچھ دینا چاہے مگر وہ پریشان حال محتاج اسکی پیشکش قبول کرنے سے معذرت کردے، اورصبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے، یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ اسے رزق عطا کرے جس میں وہ کسی غیر اللہ کا احسان مند نہ ہو۔ اگر مشرکین میں کوئی فہم وفراست موجود ہے تو بتائیں کہ یہ استغاثہ، عبادت اور شرک کہاں ہے؟

## (سولہویں فصل)

# توحید۔۔۔۔؟

ہم اس سلسلۂ کلام کا اختتام ان شآء اللہ ایک ایسے عظیم اوراہم مسئلہ پر کررہے ہیں جو آپ گزشتہ صفحات سے سمجھ تو گئے ہوں گے، مگر اس کے عظیم الشان ہونے اوراسی میں لوگوں کے بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہونے کی بناء پر اسے انفرادی طور پر واضح کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ بلا اختلاف قلبی تصدیق، زبانی اقراراورعملِ اعضاء کے مجموعے کا نام توحید ہے۔ ان تینوں میں سے کسی ایک بھی جُزء کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہوتا۔ اور اگر توحید کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد بھی اس پر عمل نہ کرے تو شیطان، فرعون اور ان کے حاشیہ نشینوں کی طرح عناد پرور وکینہ توز کافر ہے۔

یہی وہ مسئلہ ہے جس میں لوگوں کی کثیر تعداد غلطی کھا جاتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے، ہم اسے سمجھتے ہیں اوراس کے صحیح ہونے پر یقین بھی رکھتے ہیں مگر اس پر عمل پیرا ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور ہمارے ملک وعلاقہ والوں کے نزدیک اُن کی موافقت ومرضی کے سوا کوئی چیز جائز وروانہیں ہوتی، یا پھر ایسا ہی کوئی دوسرا عُذر پیش کرتے ہیں۔ مگر ان بے چاروں کو معلوم نہیں کہ کفار کے اکثر سرداراورسرغنے حق کو سمجھتے تھے اور

انھوں نے کسی نہ کسی عُذر کا سہارا لے کر ہی توحید سے سرکشی کی تھی۔جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَناً قَلِيْلًا﴾ (سورة التوبه: ۹)

''انھوں نے آیاتِ الٰہی سے معمولی داموں کے بدلے اعراض کیا۔''

ایسی ہی کئی دوسری آیات بھی ہیں، مثلاً فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ﴾ (سورة البقره: ۱۴۶)

''اس (کتابِ حقّانی) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے بیٹوں کو بخوبی پہچانتے ہیں۔''

اگر کوئی شخص ظاہرداری کے لیئے توحید کا بہروپ بنا لے جبکہ وہ اسے اچھی طرح سے نہ سمجھتا ہو اور نہ اس پر دل سے یقین رکھتا ہو تو وہ منافق ہے اور پکّے کافر سے بھی بدترین ہے اور اس بات کا پتہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْ الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾

(سورة النسآء: ۱۴۵)

''منافقین کا ٹھکانا جہنّم کی اتھاہ گہرائی میں ہوگا۔''

غرض عذرِ لنگ کا یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔جوں جوں آپ لوگوں کی باتوں پر غور وفکر کریں گے آپ پر اس کے اسرار و بھید کھلتے جائیں گے۔آپ ایسے لوگوں کو بھی پائیں گے جو حق کو بخوبی سمجھتے ہیں، مگر مادّی نقصان اور جھوٹی شان وشوکت میں قلّت یا کسی کی خوشامد میں کمی سے ڈرتے ہوئے عمل نہیں کرتے۔آپ کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو حق پر دل سے نہیں بلکہ صرف ظاہری طور پر عمل کرتے ہیں اور اگر آپ نے اُن سے اعتقادِ قلب کے بارے میں کچھ پوچھ لیا تو اس معاملہ میں وہ بالکل کورے ہوں گے۔لیکن آپ کے لیئے کتاب اللہ کی دو آیتوں کو اچھی طرح سے سمجھ لینا بہت ہی ضروری ہے۔اور ان میں سے پہلا فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (سورة التوبه:٦٦)

''اب کوئی عذر نہ کرو، تم ایمان لا چکنے کے بعد کافر ہو گئے ہو۔''

جب یہ بات کھل کر آپ کے سامنے آ گئی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیّت میں اہلِ رُوم سے جہاد کیا، وہ ایک ایسے کلمہ کی بدولت کافر قرار دیئے گئے جو انھوں نے محض ہنسی مذاق میں کہا تھا۔تو یہ بات بھی آپ سے پوشیدہ نہ رہی کہ جو شخص کفر یہ کلمات کہتا ہے اور دُنیوی مال و دولت' جھوٹی جاہ وحشمت اور کسی کی خوشامد و جی حضوری میں قلّت کے خوف سے اس پر عمل پیرا رہتا ہے، وہ از راہِ مذاق ایسا کلمہ کہنے والوں سے بھی کفر میں بدتر ہے۔

اور دوسرا ارشادِ ربّانی ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ ۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ﴾

(سورة النحل:١٠٦–١٠٧)

''جو ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اُس کے جو مجبور کر دیا جائے مگر اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن جن کا سینہ کفر سے کھل گیا (ملوّث ہو گیا) اُن پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لیئے بہت بڑا عذاب ہے، یہ اس لیئے کہ انھوں نے دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور اسے پسند کیا۔''

ایسے لوگوں کا اللہ کے ہاں کوئی عذر قابلِ قبول نہیں، سوائے اس کے جو زبان سے کلماتِ کفر کہنے پر مجبور و لاچار کر دیا گیا ہو مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن اور قائم ہو۔اور

اس مجبوری کی صورت کے علاوہ کفر کرنے والا ایمان دار ہونے کے بعد کافر ہوگیا، چاہے اس نے یہ کسی کے خوف سے کیا ہو، یا کسی کی خوشامد کے طور پر، وطن پرستی میں آکر، خاندان اور اہل وعیال کی خاطر، حصول مال کی حرص میں یا برسبیل مذاق۔ الغرض جس نے مجبوری ولا چاری کے سوا کسی بھی دوسری غرض سے کُفر کیا، وہ کافر ہوگیا۔

اس بات پر مذکورہ بالا آیت دوطرح سے دلالت کرتی ہے:

اوّل: اِس فرمانِ الٰہی کے الفاظ ''اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ '' میں اللہ نے سوائے مجبورو بےبس کے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اور یہ نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ انسان کوزبانی کچھ اگلنے اور یا ناچار کچھ کرگزرنے پر تو مجبور کیا جاسکتا ہے مگر دل کے عقیدہ پر اسے کوئی شخص کسی بھی صورت میں مجبور نہیں کرسکتا۔

دُوم: سابق میں ذکر کی گئی آیات میں ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ذَالِکَ بِاَنَّھُمُ اسْتَحَبُّوْاالْحَیَاۃَ الدُّنْیَا عَلٰی الْاٰخِرَۃِ﴾

(سورۃ النحل:۱۰۷)

''یہ اس لیئے کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور اسے پسند کیا۔''

یہ ارشادِ گرامی صراحت کررہا ہے کہ یہ کفر اور عذاب، غلط اعتقاد، جہالت، دین سے بُغض ونفرت یا کفر کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا اصل سبب وہ حظّ وحصّہ ہے جو اُسے متاعِ دنیا میں سے ملنے کی توقع ہے۔ گویا اس نے متاعِ دنیا کو دولتِ دین پر ترجیح دی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ،

وَاللّٰہُ سَبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ،

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم،

☆تمّت بلخیر☆

(ضمیمہ)

# الجزءالثانی

# مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

# کامطلب

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے کلمۂ توحید کے جزوِاوّل لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کامفہوم ومطلب، اُس کے تقاضے، مالہٗ وماعلیہ بڑے مختصر، مدلّل انتہائی رواں اور پُر اثر گفتگو کے انداز میں سمجھا دیئے ہیں۔اوراس کے ساتھ ہی ہم یہاں اس کلمہ کے جزءِثانی۔۔مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ۔۔کے مفہوم ومطلب کا اضافہ کررہے ہیں تاکہ پورے کلمہ کے مطالب ومفاہیم اوراس کے تقاضے یکجا ہوجائیں۔

## لفظی ترجمہ اوراسکے تقاضے:

❁ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کالفظی ترجمہ یہ ہے کہ ''حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

گویا آپ ﷺ کی رسالت کے اقرار اورشہادت نے مسلمانوں پر واجب کردیاہے کہ آپ ﷺ کے احکام کی اطاعت اورآپ ﷺ کے منع کردہ امور سے مکمل اجتناب واحترازکیاجائے۔چنانچہ اسی سلسلہ میں ہی ارشادِالٰہی ہے:

﴿مَا اٰتَا كُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(سورة الحشر:۷)

''تمہیں رسول (ﷺ) جوحکم دیں اُسے اپنالواورجس کام سے روکیں اس سے بازآجاؤ۔''

❁ امورِ دینیہ میں اپنی مرضی اور من مانی کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مطابق عمل کیا جائے۔ آپ ﷺ کے تابناک اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنی زندگی گزاری جائے اور آپ ﷺ کے احکام واوامر کی مخالفت کر کے عذابِ الٰہی کو آواز نہ دی جائے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورة النور:٦٣)

''آپ (ﷺ) کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ کسی فتنے کا شکار نہ ہوجائیں یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوجائیں۔''

❁ زندگی بھر پیش آنے والے ہر معاملے میں آپ ﷺ کو اور آپ کے فرمان کو حَکم اور مُنصف تسلیم کیا جائے۔ جیسا کہ حکمِ ربّانی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

(سورة النسآء:٦٥)

''تیرے رب کی قسم ہے کہ لوگ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات میں آپکو منصف نہ مان لیں۔''

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد اگر کسی کی علی الاطلاق اطاعت فرض ہے تو وہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے، کیونکہ حکمِ الٰہی ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ...............﴾[٨]

''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔''

[٨] النسآء:٥٩۔المائدہ:٩٢،النور:٥٤،محمد:٣٣،التغابن:١٢ اور اسی طرح ہی دیکھیئے: سورۃ آل عمران:٣٢،١٣٢،الانفال:١،٢٠،٤٦،المجادلہ:١٣

نبی اکرم ﷺ کی، زندگی کی ہر حالت میں خوشی ہو کہ غم، خوشحالی ہو کہ تنگ دستی، راضی ہوں کہ غصّہ میں، معاملہ نجی و ذاتی ہو یا عوامی، ہر حالت میں ہی آپ ﷺ کی گفتار و کردار عین اطاعتِ الٰہی کا نمونہ ہیں۔ اور اس پر قرآن شاہد ہے:

**﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰىo﴾**

**(سورة النجم: ۳۔۴)**

''اور آپ (ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں بولتے، آپ (ﷺ) کا کلام وحی الٰہی ہوتا ہے۔''

❁ زندگی کے ہر لمحہ و ہر موڑ پر آپ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ ہمارے لیئے مشعلِ راہ اور بہترین نمونہ ہے۔ جیسا کہ قرآن گواہ ہے:

**﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾**

**(سورة الاحزاب: ۲۱)**

''رسول اللہ (ﷺ) کی ذات آپ کے لیئے بہترین نمونہ ہے۔''

❁ نبی ﷺ کے قول و عمل کا نام ہی ''سنت'' ہے۔ اور جو مسلمان رسولُ اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق زندگی گزار رہا ہو، وہی اصلی ''اہلِ سنت'' ہے اور وہی اللہ کا مطیع و فرمان بردار، کیونکہ خود آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

**((مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ))** [۹]

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

❁ جو مسلمان اپنی من مانی کرے، عبادات میں آپ ﷺ کے ارشادات کو مدِّ نظر نہ رکھے اور بعض ایسے کاموں کو دین اور ثواب سمجھ کر بجالائے جو آپ ﷺ نے نہ کیئے ہوں، نہ کرنے کا حکم دیا ہو وہ کام ''بدعت'' باعثِ عتاب اور موجبِ عقاب و عذاب ہیں۔

[۹] صحیح بخاری: کتاب الاعتصام: ۲۰ و مختصر صحیح مسلم: ۱۲۲۳

**بدعت کا لغوی معنیٰ:**

نئی چیز یا نیا کام جو پہلے پہل ہو، اس سے قبل اس کا وجود نہ ہو، لغت میں اسے ''بدعت'' کا نام دیا جاتا ہے۔قرآن پاک میں ارشادِ الٰہی ہے:

**﴿بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ (سورة البقره:١١٧،الانعام:١٠١)**

''(اللہ) آسمانوں اور زمین کو پہلے پہل پیدا کرنے والا ہے۔''

اللہ کی صفت ''بدیع'' اسی لیئے ہے کہ اِن ارض وسماء سے پہلے کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جس کو دیکھ کر ان کا نمونہ اتارا گیا ہو۔ایسے ہی اللہ نے رسولُ اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر کوفرمایا:

**﴿قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (سورة الاحقاف:٩)**

''کہہ دیجیئے کہ میں کوئی نیا اور پہلا رسول نہیں ہوں۔''

کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے بھی ایک متکلّم فیہ روایت کے مطابق کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل گزرے ہیں۔اس سلسلۂ انبیاء ورسل کی آخری منزل و چوٹی ختم المرسلین وخاتم النّبیّین آپ (ﷺ) تھے۔(اور یہی ایک نئی چیز تھی،اس کے باوجود) آپ (ﷺ) نے اپنے ''بدع'' ہونے کی نفی فرمائی ہے۔

**اصطلاحی وشرعی معنیٰ:**

ہروہ کام جو نبی ﷺ کے عہدِ مسعود کے بعد دین میں داخل کیا گیا ہومگر حقیقتاً اس کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو،نہ آپ ﷺ نے کیا ہو،نہ ہی اس کے کرنے کا حکم دیا ہو، اس ''خانہ ساز شریعت'' کو بدعت کہا جاتا ہے۔

یہاں یہ چیز اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ شرعاً بدعت وہ کام ہے جو:

❶ نبی ﷺ کے بعد نیا ایجاد کیا گیا ہو۔

❷ اور وہ کام دین میں داخل سمجھا جاتا ہو۔

اور وہ کام جو نیا تو ضرور ہے مگر دین کا جزء شمار نہیں کیا جاتا، اُسے بدعت نہیں کہیں گے۔ اس کے جزوِ دین نہ ہونے کی وجہ سے مختلف قسم کی تمام ایجادات بدعت سے خارج ہوگئیں جو اگرچہ آپ ﷺ کے زمانہ میں نہ تھیں بلکہ بعد میں دریافت و ایجاد ہوئیں مگر انھیں کارِثواب، باعثِ تقرّب الی اللہ اور دین تو قرار نہیں دیا جاتا۔

**دربارِ رسالت مآب ﷺ سے تنبیہ:**

پیغمبرِ اسلام ﷺ فرما گئے ہیں:

**((مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرَیٰ اِخْتِلَافاً کَثِیْراً فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ، تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَکُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))** [1]

''میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تب آپ پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ لازم ہے، انھیں مضبوطی سے پکڑے رکھو اور نئے نئے امور سے بچو، بے شک ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اسی موضوع کی معمولی فرق والی کئی احادیث ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں شارع علیہ اسلام نے ان ''شریعت سازوں'' کی چیرہ دستیوں اور کارستانیوں کے نتیجے میں رواج پزیر ہونے والی بدعات وخرافات کے متعلق جس قدر تکرار سے متنبہ کیا، اور بدعت کی جس شدّ ومد سے بُرائی بیان کی ہے، شائد دوسری کسی بُرائی کا اتنا ذکر نہ کیا ہوگا۔ کیونکہ خطبۂ مسنونہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

[1] ابوداوَد: کتاب السّنہ: ۵، ترمذی: کتاب العلم ۱۶، مسند احمد: ۲/ ۳۴۵، ۴/ ۱۲۶۔۱۲۷

((کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَکُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ)) [1]

''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام نارِ جہنم ہے۔''

آج بھی علماء کرام وعظ وارشاد کا آغاز عموماً اِسی خطبۂ مسنونہ سے ہی کرتے ہیں اور اِس بیماریٔ بدعت کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں۔ مگر ع

مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

ابلیس لعین نے ثوابِ دارین کا چکمہ دے کر کچھ لوگوں کو بدعات کی ترویج واشاعت پر لگا رکھا ہے۔ اور حالات ہمارے سامنے ہیں کہ ان خرافات کا جال امربیل کے تاروں کی طرح پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ ہر وہ کام جس کی زمانۂ رسالت میں بھی ضرورت پیش آئی، جس کے کرنے سے کوئی امر مانع بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود اس زمانۂ مسعود میں نہیں کیا گیا اسے آج کیا جا رہا ہے اور کرنے والوں کو اس پر فخر بھی ہے۔ حالانکہ ان امور کا دینِ مصطفیٰ ﷺ سے کوئی تعلق وواسطہ نہیں۔ اگر یہ کام واقعی ثوابِ دارین کا ذریعہ ہوتے تو نبی ﷺ ضرور اپنی اُمت کو مطلع کر جاتے کیونکہ آپ ﷺ کی تو شان ہی قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌo﴾ (سورۃ التوبہ:۱۲۸)

''تمہارے پاس ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرّت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔''

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ جَمِیْعِ اَقْسَامِ الشِّرْکِ وَالْبِدْعَةِ

---

[1] مسلم: کتاب الجمعہ: ۴۳، ابوداؤد، کتاب السنۃ ۵، مسند احمد ۳/۳۱۰، ۴/۱۲۶۔۱۲۷ وغیرہ

# ذکر کچھ بدعات کا

اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیں تو غیر اسلامی رسوم وبدعات اور ضعیف الاعتقادی کے مظاہر کا ایک طوفان بپا ملے گا۔ان سب کا حصر واحاطہ کرنا تو اس مختصر رسالہ میں ممکن نہیں کیونکہ یہ مسلمان کی زندگی میں اس طرح رچ بس گئی ہیں کہ تاحین حیات ہی نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی ان کا رشتہ برقرار رہتا ہے۔لہٰذا برسبیلِ مثال اختصار کے ساتھ کچھ بدعات' ان کی شرعی حیثیت اوران کے بارے میں تمام مکاتبِ فکر خصوصاً ''اہلِ سنّت والجماعت'' کے غیر متعصّب، معتدل،منصف مزاج اور حقیقت پسند اکابر علماء کی آراء پیشِ خدمت ہیں۔

## ❶ مخصوص اندازِ ذکر:

آج کل بعض جاہل صوفیاء نے ذکرِ الٰہی کا ایک نرالا انداز اختیار کررکھا ہے۔اپنے ہمنواؤں کو ساتھ لے کر دائرہ کی شکل میں بیٹھ جاتے ہیں۔بعض تو اوپر کپڑا اوڑھ لیتے ہیں۔اورکنکریوں یا کھجور کی گُٹھلیوں کی تعداد کے اندازے سے اپنے قائد کے کہنے پرذکر کرتے ہیں۔وہ کہے تکبیر تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہوئے گٹھلی پہ گٹھلی پھینکتے چلے جاتے ہیں۔جب وہ کہے تہلیل تو لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر شروع کردیتے ہیں،اسکے تسبیح کہنے پر سُبْحَانَ اللّٰہ اورتحمید کہنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا شروع کردیتے ہیں۔

اس تسبیح،تحمید،تکبیر یا تہلیل میں سے فی نفسہٖ کوئی چیز بھی غلط نہیں مگر انکے لیئے جو مخصوص انداز اختیار کیا جاتا ہے، وہ شریعتِ مصطفیٰ ﷺ سے ثابت نہیں، شریعتِ مصطفیٰ کے مخالف اپنے ایجاد کردہ طریقے سے کرنے سے یہ ذکر وعبادت بھی بدعات میں شامل ہوگیا اور بجائے ثواب کے ''عابد'' کے لیئے موجبِ عقاب بن گیا۔کیونکہ اِسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ عہدِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی پیش آیا تھا۔جو حدیث کی کتاب ''سُنن

دارمی'' میں بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے ذکر کا جو انداز نقل فرمایا ہے۔وہ بالکل اسی طرح ہے جس کا ذکر گزشتہ سطور میں گزرا ہے۔

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس انداز کی خبر ہوئی تو بڑے غصّے میں آکر ان لوگوں کو ڈانٹا اور فرمایا:

**((وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ! مَا أَسْرَعَ هَلَكَتُمْ هٰؤُلَآءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ مُتَوَافِرُوْنَ وَهٰذِهٖ ثِيَابُهٗ لَمْ تَبْلَّ وَاٰنِيَتُهٗ لَمْ تُكْسَرْ))** (دارمی،ص۱۳)

''اے اُمّت! تم پر انتہائی افسوس ہے تم اتنی جلدی ہلاکت میں پڑ گئے، ابھی تو آپ کے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم وافر تعداد میں زندہ و موجود ہیں۔آپ ﷺ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور ابھی تک تو آپ ﷺ کے برتن نہیں ٹوٹے۔''

انھوں نے کہا:

**((وَاللّٰهِ يَا اَبَاعَبْدِ الرَّحْمٰنِ! مَا اَرَدْنَا اِلَّا الْخَيْرَ))** (حدیثِ مذکورہ)

''اے ابوعبدالرحمٰن! اللہ کی قسم! ہمارے پیشِ نظر بھلائی کے سوا کچھ نہیں۔''

تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

**((كَمْ مِّنْ مُّرِيْدِ الْخَيْرِ لَنْ تُصِيْبَهٗ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) حَدَّثَنَا اَنَّ قَوْماً يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُ عَنْ تَرَاقِيْهِمْ وَاَيْمُ اللّٰهِ مَا اَدْرِيْ لَعَلَّ اَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ))** (سابقہ حوالۂ دارمی)

''کتنے لوگ ہیں جو بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں مگر وہ اسے نہیں پاسکیں گے،ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک قوم قرآن پڑھے گی۔مگر ان کی قراءت وتلاوت ان کے کانوں کی لوؤں سے اوپر نہیں

جائے گی (قبول نہیں ہوگی) اور اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا مگر لگتا ہے کہ وہ لوگ اکثر تم میں سے ہونگے۔''

یہ کہہ کر لوٹ گئے۔ایک صحابی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولَٰئِكَ الْخَلْقِ يُطَاعِنُونَ يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ))

''ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھا کہ جنگِ نہروان میں وہ ہمارے خلاف خارجیوں کی طرف سے لڑے تھے۔''

بظاہر وہ نیک کام تھا' ذِکرِ الٰہی تھا مگر اپنی من مانی اور اپنی رائے سے طریقۂ ذِکر اختیار کیا تو انجامِ کار خوارج میں سے ہوگئے۔گویا ذکر اذکار کی ہر وہ محفل جو غیر شرعی انداز سے منعقد ہو، وہ باعثِ ثواب نہیں بلکہ وبالِ جان ہے۔ذرا آپ موجوہ دَور کی محافلِ ذکر وعبادت پر نظر ڈالیں اور ان کے کارِثواب یا باعثِ عذاب ہونے کا فیصلہ بھی خود ہی فرمالیں۔

## ❷ ظُہرِ احتیاطی:

ہمارے کچھ دوست نمازِ جمعہ کے بعد ظُہر کے چار فرض بھی پڑھتے ہیں، جو کہ بدعت ہے۔انھیں یہ باور کرایا گیا ہے کہ جمعہ کی شرائط میں شک ہے،جن کی بناء پر جمعہ کے ادا ہونے یا نہ ہونے کے متعلق یقین نہیں ہوسکتا، لہٰذا ظہر بھی پڑھ لینی چاہیئے، تاکہ جمعہ نہ ہو تو ظہر ہوجائے۔

اس عملی انحطاط کے زمانہ میں یہ بدعت بڑی ہی عجیب ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ تو ایک نماز فرض کریں۔مگر ہم دونوں کی پابندی کریں۔بھئی سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اگر جمعہ کے لیئے شہر' سلطان اور قاضی شرط ہیں تو جمعہ ہوگیا۔پھر ساتھ ہی ظہر کا کیا مطلب؟ اور اگر ان شرئط کا سِرے سے ثبوت ہی کوئی نہیں' نہ اللہ کے احکام سے، نہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے، تو جمعہ صحیح ہے۔اور اگر یہ شرائط اللہ ورسول ﷺ سے ثابت ہیں

اور کسی جگہ پوری نہیں ہورہی ہیں، تو پھر وہاں جمعہ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

یہ خیال کرنا کہ اگر جمعہ ادا نہ ہو تو ظہر ہو جائے گی، اس کی آپ کے پاس کیا ضمانت ہے کہ آپ نے جو ظہر ادا کی ہے وہ مقبول ہے یا نامقبول؟ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ نماز بھی منہ پر ماردی جائے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے۔ یا وہ نماز پڑھنے والے کے خلاف بددعاء کرے، کیونکہ حدیثِ شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر نمازی سکون، اطمینان اور تسلی سے نماز کے تمام ارکان پوری طرح نہ بجالائے تو نماز اس کے لیئے کہتی ہے:

((ضَیَّعَکَ اللّٰہُ کَمَا ضَیَّعْتَنِیْ)) (حدیث)

''یعنی اللہ تجھے ایسے ہی ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے کیا ہے۔''

الغرض اس ''ظہرِ احتیاطی'' کی بنیاد محض ایک واہمہ پر ہے، اور شریعت سے ثابت نہیں، لہٰذا بدعت ہے اور باعثِ عتاب وعذاب ہے۔

### ❸ صلوٰۃ الرغائب:

یہ نماز ہمارے شریعت ساز صوفیاء نے پتہ نہیں کس ''وحی'' پر اعتماد کرتے ہوئے ایجاد کر رکھی ہے۔ اور بڑے اہتمام کے ساتھ رجب کے مہینہ میں آنے والے پہلے جمعہ اور جمعرات کی درمیانی رات کو پڑھی جاتی ہے، اور ماہِ رجب سے متعلقہ سات آٹھ احادیث بنا رکھی ہیں جن کی رو سے اس نماز کے خودساختہ فضائل وبرکات کے اس طرح انبار لگائے جاتے ہیں کہ نورِ علم سے بے بہرہ لوگ حصول ثواب، شوقِ عبادت اور شب زندہ داری کے لیئے کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ حالانکہ اس شب یعنی رجب کی پہلی جمعرات میں ایسی کوئی مخصوص عبادت یا نماز اللہ ورسول ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اسلاف سے ثابت نہیں، بلکہ یہ عہدِ رسالت سے پانچ سو سال بعد کی ایجاد ہے۔

حاشیۃ الاشباہ للحموی میں اس نماز کے متعلق لکھا ہے:

((قَدْ حَدَثَتْ بَعْدَ اَرْبَعِ مِائَۃٍ وَّ ثَمَانِیْنَ مِنَ الْھِجْرَۃِ، قَدْ صَنَّفَ الْعُلَمَاءُ

كُتُباً فِيْ اِنْكَارِهَا وَذَمِّهَا وَتَسْفِيْهِ فَاعِلِهَاوَلَا يُغْتَرَّ بِكَثْرَةِ الْفَاعِلِيْنَ لَهَا فِيْ كَثِيْرٍمِّنَ الْاَمْصَارِ)) (درالمختار،جلد ۱ ص ۵۴۴)

''یہ ۴۸۰ ھ کے بعد مروّج ہوئی،علماء کرام نے اس کے انکار، مذمت اور اسکے ادا کرنے والوں کے احمق پن پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ بہت سے شہروں میں یہ نماز ادا کرنے والوں کی کثرت کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھایا جائے۔''۱۲؎

### ❹ میلادِ مُروّجہ:

نبی کریم ﷺ کی عیدِ میلاد ہر سال بڑے جوش وخروش سے منائی جاتی ہے۔محافلِ ذکر بپا کی جاتی ہیں۔سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔اور جلوس نکالے جاتے ہیں۔قوالیوں کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر ایک میلہ کا گمان ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ جس ذات کی عقیدت واحترام کے لیئے ہوتا ہے۔ وہ بلاشبہ خیرالوریٰ اور امام الانبیاء ﷺ ہیں۔مگر کیا ایسا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا؟ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے کیا؟ یا انھوں نے اس کے متعلق کوئی حکم دیا؟ جبکہ وہ صحیح معنوں میں محبّانِ رسول ﷺ تھے۔۱۳؎آئمہ اربعہؒ نے حکم دیا؟ یا سلفِ صالحینؒ نے اس پر عمل کیا؟ کوئی ثبوت نہیں۔کیا وہ سب لوگ پیغمبرِ اسلام ﷺ سے محبت نہ رکھتے تھے؟انھیں ثواب کی طلب نہ تھی؟ وہ سب لوگ آپ ﷺ کے والہ وشیدا تھے،مگر اس ''عید نمبر۳'' کو مسنون و ماثور اور اس اندازِ محبّت کو ثواب نہ سمجھتے تھے۔عہدِ ماضی سے لے کر آج تک تمام

۱۲؎ ''بدعاتِ رجب وشعبان'' کے نام سے ہمارے آٹھ ریڈیو پرگرام جو سعودی ریڈیو مکّہ مکرمہ سے (۱۴۳۲ھ،۲۰۰۲ء میں) نشر ہوئے تھے،وہ کتابی شکل میں شائع ہونے کیلئے تیار ہیں۔اس کتاب میں اس بدعت کا تفصیلی ردّ موجود ہے۔(ابوعدنان)

۱۳؎ عاشقانِ رسول ﷺ کی بجائے محبّانِ رسول ﷺ کا لفظ ہم نے جان بوجھ کر استعمال کیا ہے، کیونکہ لفظِ عشق قرآنِ کریم اور کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں ہوا۔(ابوعدنان)

علماء اس کی تردید کرتے چلے آئے ہیں۔
ایک حنفی عالم حافظ ابوبکر نے لکھا ہے:

**[اِنَّ عَمَلَ الْمَوْلُوْدِلَمْ یُنْقَلْ عَنِ الْسَّلَفِ وَلَاخَیْرَفِیْمَالَمْ یَعْمَلِ السَّلَفُ]** **(فتاویٰ حافظ بغدادی)**

''یہ مولود کے امور سلفِ صالحین سے منقول نہیں اور جو عمل اسلاف سے ثابت نہ ہو، اس میں کوئی بھلائی اور ثواب نہیں ہوتا۔''

فقۂ حنفی کی ہی ایک اور کتاب میں میلادِ مروّجہ کے بارے میں لکھا ہے۔

**((لَایُنْعَقَدُ لِاَنَّہٗ مُحْدَثٌ وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔))** **(تحفۃ القضاۃ)**

''عیدِ میلاد کا انعقاد نہ کیا جائے کیونکہ یہ مُحْدث و بدعت ہے۔ جبکہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام نارِ جہنّم ہے۔''

ایسے ہی ذخیرۃ السالکین میں مرقوم ہے:

**[چیزے کہ نامِ آں مولود (مولد) می نامند بدعت است]**

''جن امور کو مولود (مولد) کا نام دیا جاتا ہے، وہ بدعت ہیں۔''

اِسی طرح رسالہ تاج الدین فاکہانی میں وہ لکھتے ہیں:

''یہ بدعت ہے جسے باطل پرستوں اور پُرخوروں نے شہوتِ نفس کے لیئے ایجاد کر رکھا ہے۔''

اسی طرح ہی تحفہ اثنا عشریہ میں بھی اسکی تردید کی گئی، اور لکھا ہے:

''کسی پیغمبر کی پیدائش کے دن عید منانا جائز نہیں۔''

جبکہ حضرت مجدّد الف ثانیؒ سے کسی نے استفسار کیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ زندہ ہوتے اور مولود کے اجتماع اور مجلس کو دیکھتے تو کیا آپ ﷺ انھیں پسند فرماتے یا ناپسند

کرتے؟ سائل کے جواب میں انھوں نے کہا:

[یقینِ فقیرایں است کہ ہرگز ایں معنیٰ راتجویز
نمی فرمودند،بلکہ انکارمی نمودند]

[مکتوباتِ مجدّد الف ثانی، مکتوب نمبر ۲۷۳]

''فقیرکواس بات کا یقین ہے کہ آپ ﷺ ان امورکو جائز قرار نہ دیتے بلکہ ان کاانکارفرماتے۔''

ایسے ہی فقۂ حنفی کی بعض دیگر کتب مثلاً سیرتِ شامی، تحفہ العشاق، شرح فقہ اکبر (ملاّ علی قاری حنفیؒ) اور فتاویٰ بزاریہ وغیرہ میں مروّجہ میلاد کو بدعت اورممنوع قرار دیا گیا ہے۔[۱۴]

## ❺ گیارھویں شریف:

ہرعربی مہینے، چاند کی گیارہ تاریخ کو پیرعبدالقادر جیلانیؒ کے نام کی گیارھویں دی جاتی ہے۔اگر یہ ان کے نام کی ہوتو شرک ہے۔کیونکہ عبادت کی تین قسمیں ہیں:

۱۔مالی ۲۔قولی ۳۔بدنی

اوران تینوں پرصرف اللہ کا حق ہے۔اورگیارھویں والے پیرصاحب کے نام دے کرگویا ہم نے انھیں مالی عبادت میں اللہ کا شریک بنایا۔

اوراگراس سے مرادایصالِ ثواب ہے تو گیارھویں کا طریقہ بدعت ہے کیونکہ عبادات دوطرح کی ہیں۔

(۱) مؤقّت: جن کا وقت مقرر ہے، مثلاً: نماز، روزہ، حج وغیرہ

(۲) غیرمؤقّت: جن کا کوئی وقت مقرر نہیں، مثلاً: تسبیح، تکبیر، غریب آدمی کا تعاون اور

---

[۱۴] ''صحیح تاریخ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ اورمروجہ میلاد یومِ وفات پر'' کے موضوع پر ریڈیو مکّہ مکرمہ سے نشرشدہ ہماری چار تقاریر کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

دوسرے مصارف پر فی سبیل اللہ خرچ کرنا وغیرہ۔

اگر کسی مؤقّت عبادت کو غیر مؤقّت کر دیں تو یہ شریعت میں ''دخل اندازی'' ہے اور وہ عبادت نامقبول ہوگی۔اسی طرح غیر مؤقّت کو مؤقّت کر دیں تو وہ بھی ''بے جا دخل در شریعت'' ہے جو عبادت کو بدعت بنا دیتا ہے۔ویسے بھی یہ تو عام فہم سی بات ہے کہ اگر پیر صاحب کیلئے ایصالِ ثواب ہی مقصود ہو تو پھر کبھی پہلی تاریخ کو، سات تاریخ کو، پندرہ تاریخ کو یا انتیس تاریخ کا ایصال کیوں نہیں کرتے؟ دوسرے تیسرے مہینے میں ایک مرتبہ یا ایک ماہ میں دو چار مرتبہ کیوں خرچ نہیں کیا جاتا؟ صرف ماکولات ومشروبات سے ہی کیوں ثواب پہنچایا جاتا ہے؟ نقد پیسوں اور غرباء ومستحقین میں کپڑا وغیرہ تقسیم کرکے اِنفاق فی سبیل اللہ کی داد کیوں نہیں لیتے؟ صرف کھانے سے ہی کیوں اور صرف گیارہویں تاریخ ہی کو کیوں؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دستور تھا کہ جب کچھ میسر آتا، اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے اور دل میں ایصالِ ثواب کی نیت کر لیتے۔یہ تاریخ کی حدود وقیود نہ تھیں جنہوں نے اچھے بھلے لاگت والے اور خرچ خواہ عمل کو بدعت بنا دیا ہے۔

قرآن وحدیث یا صحابہ وآئمہ سے گیارہویں شریف کا ثبوت کیا ملے گا؟ کیونکہ یہ تو کل کے فقیہانِ بے توفیق کی اختراع اور شریعتِ غرّاء پر ''عنایت'' ہے۔ ؎

گِلہ جفائے وفانما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بُتکدے میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہرے ہرے



# مَرگ پر بدعات

ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی کا کوئی عزیز فوت ہوجائے تو رسومات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔آیئے! ذرا جائزہ لیں کہ ان رسومات کا بھلا قرآن وسنت سے بھی کوئی تعلق و واسطہ ہے یا ''مولاناؤں'' کے صرف ایک خاص طبقہ نے مطلب برآری کے لیئے ہمیں بُدھو بنا رکھا ہے۔اور ہمارے وقت اور دولت کو بٹورنے کے مختلف ہتھکنڈوں کو دین وشریعت کا نام دے لیا ہوا ہے۔

## ❶ بےمحل دُعاء:

نمازِ جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد وہیں کھڑے دُعاء کرنے اور تدفین سے فارغ ہوکر دعاء کرنے اور پھر واپسی پر قبر سے چالیس قدم دُور آکر دعاء کرنے کا عام رواج ہے۔حدیثِ پاک میں نبی ﷺ کا عمل یوں مرقوم ہے:

**((عَنْ عُثْمَانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ(ﷺ) اِذَا فَرِغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ وَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْالِاَخِيْكُمْ وَاسْئَلُوْالَهُ التَّثَبُّتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ)) (ابوداؤد)**

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تدفین سے فارغ ہوئے تو قبر کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا:''اپنے بھائی کے لیئے مغفرت اور ثابت قدمی کی دعاء کرو،اب اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا طریقہ،نمازِ جنازہ کے بعد تدفین سے فارغ ہوکر دعاء کرنا تھا۔سلام پھیر کر دعاء کرنا اور تدفین کے بعد چالیس قدم واپس آکر پھر دعاء کرنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں، یہ طریقہ رسولُ اللہ ﷺ کی سنّت کے خلاف اور بدعت ہے۔

**❷ بے جا آذان**

جب میت کو دفن کر لیتے ہیں تو وہاں سے تھوڑا ہٹ کر آذان دی جاتی ہے جس کا شریعتِ مصطفیٰ ﷺ میں کہیں سراغ نہیں ملتا۔ اگر کوئی اس کا ثبوت پوچھ بیٹھے تو جواب ملتا ہے کہ جب بچہ اس جہانِ رنگ وبُو میں آتا ہے تو اُس کے کان میں آذان کہی جاتی ہے تا کہ اس کی سماعت کا آغاز توحید ورسالت کے پاکیزہ کلمات سے ہو۔[۱۵] اسی طرح اس کے خاتمہ بالخیر کیلئے تدفین کے وقت آذان کہی جاتی ہے۔

ان سے پوچھیں کہ آیا یہ خاتمہ بالخیر قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے؟ نبی ﷺ کی کسی حدیث میں اس کا ذکر ہے؟ یا خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر عمل کیا؟ کہیں سے بھی اس کا پتہ نہیں ملتا۔

شارح بخاری علاّمہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''یہ سنت نہیں، یہ بدعت اور ایجادِ بندہ ہے۔''

اور لکھتے ہیں:

**[مَنْ ظَنَّ اَنَّہٗ سُنَّۃٌ قِیَاساً عَلٰی نُدُبِھَا لِلْمَوْلُوْدِ اِلْحَاقًابِخَاتِمَۃِ الْاَمْرِ بِاِبْتِدَائِہٖ فَلَمْ یُصِبْ]**

''جس نے اس کے سنت ہونے کو بچے کے کان میں آذان دینے پر قیاس کیا کہ اس کا انجام بھی ابتداء کی طرح خیر پر ہو، وہ غلطی پر ہے۔''

آج کل اللہ خیر کرے، یہودی نے ایک اور مکّارانہ وعیارانہ چال چلی ہے، بچے کے کان میں آذان کہہ کر اسلامی رُوح پھونکنے کی بجائے اُسے اس جہاں میں قدم رکھتے ہی نغمہ وموسیقی سنائی جاتی ہے اور اسے میڈیکل کا ایک مسئلہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ یہ چیز ماڈرن طرز کے میٹرنٹی ہومز (زچہ بچہ سنٹرز) میں روز افزوں رواج پذیر ہورہی

[۱۵] یادرہے کہ اس آذان کا پتہ دینے والی احادیث بھی صحیح نہیں ہیں۔ (ابوعدنان)

ہے۔ یہودی چاہتا ہے کہ جنم لیتے ہی ''شاہین بچے'' کوایسی چاٹ لگاؤ جو اس کی زندگی میں رچ بس جائے، اس کی قوتِ ایمانی زائل ہو جائے اور وہ ہمارا دست و بازو بن جائے۔ ع

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

❸ فاتحہ خوانی کی مجالس:

مرحوم کے ورثاء کے ہاں کچھ روز صبح وشام فاتحہ پڑھنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ گھر والوں کو ایک تو مرنے والے کا صدمہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا اس ''لتاڑ'' میں آکر بہت سے اخراجات بھی اٹھانے پڑتے ہیں۔ ان کے تمام کاروبار یکسر معطّل ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ ان آنے والے فاتحہ خواں حضرات کے لیئے آخر کچھ تو گھر والوں کو کرنا ہی ہوگا۔ بڑی بڑی حویلیوں اور بیٹھکوں میں صفیں وغیرہ بچھا دی جاتی ہیں۔ سگریٹ اور حقے تمبا کو کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، ہر نو وارد آتے ہی ''دعاء کرو' ثواب بخشو' فاتحہ پڑھو' یا ایسا ہی کوئی دوسرا لفظ کہے گا۔ اور اہلِ مجلس منہ سے حقے کی نے ہٹا کر اُسی حالت میں ثواب بخش دیں گے، حالانکہ وہ مدت سے بیٹھے تمباکو نوشی کر رہے ہیں۔ انھیں وضو یا کُلّی کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ فاتحہ خوانی اور تعزیت کی اس مجلس میں گفتگو کیلئے جو موضوع اکثر زیرِ بحث رہتے ہیں وہ یہی کہ دیہاتی ماحول ہے تو بیلوں' بھینسوں' گھوڑوں اور چوروں کے قصّے افسانے اور اگر ماحول شہری ہے تو پھر تقریباً ہر حکایت کا مرکزی خیال اور لُبِّ لباب تلاشِ معاش۔ یہ سلسلہ طویل مدت تک منقطع ہی نہیں ہونے پاتا۔ فاتحہ و درود کا چکّر چلتا رہتا ہے۔ جبکہ اندرونِ خانہ خواتین سر جوڑ کر روتی اور نوحہ وبَین کرتی رہتی ہیں جو کہ ایک حدیث کی رو سے باعثِ لعنت فعل ہے۔ (دیکھیئے: ابوداؤد)

❹ قرآن خوانی کے حلقے:

اُدھر قرآن خوانی کے حلقے بندھے ہیں۔ بہت سے لوگ جمع ہو کر تلاوت کر رہے ہیں۔ ختم کے وقت جو شخص جتنا پڑھ چکا ہو، اسے وہ میاں جی کی مِلک کرنا پڑتا ہے اور پھر

میاں جی میت کی طرف ارسال فرماتے ہیں۔اور شائد بس چلے تو میّت کے نامۂ اعمال میں لکھ آنے سے بھی نہ چوکیں۔باہر قبر پر خیمہ نصب ہے۔ایک حافظِ قرآن تلاوت پر مقرر ہے۔وہ بے چارہ پیٹ کی خاطر دن رات قبر پر لگے خیمے میں ہی رہے گا۔اور تلاوت کر کے صاحبِ قبر کو چالیس دن تک ایصالِ ثواب کرتا رہے گا۔الغرض جس کے پاس جتنا مال کا زور ہوگا،اس کے مرحوم کو اتنا ہی ایصالِ ثواب زیادہ ہوگا۔

**❺ اجتماعاتِ قُل، دسواں اور چہلم وغیرہ:**

اسی دوران قل' تیجہ' ساتہ' دسواں اور چالیسواں بڑے بڑے اجتماعات کی شکل میں ہوتے ہیں۔اگر کوئی عمر رسیدہ بزرگ فوت ہوا ہو تو چہلم پر اس کی ''روٹی'' کی جاتی ہے، جو شادی بیاہ سے کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ان سب رسوم کو وفاداری بشرطِ استواری نبھانے والے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا تیر مارا ہے۔جو لوگ راہِ حق اور شریعت پر عمل کرتے ہوئے فاتحہ و درود کی صفِ ماتم طویل نہیں کرتے، اُن کے متعلق گلفشانی کرتے ہیں۔''مر گیا مردود، نہ فاتحہ نہ درود''۔اور قل، ساتہ، دسواں و چہلم نہ کرنے پر ارشاد ہوتا ہے: ''نہ قل نہ ساتہ مُردہ گیا گواتا''۔اس طرح ان کے مرحوم کیلئے گالیاں اور خرافات بکی جاتی ہیں۔جبکہ ان کا جرم پاسِ حق واتباعِ رسول ﷺ کے سوا کچھ نہیں ہے، بقولِ شاعر ع

مکُش بہ ستم والہانِ سنّت را نکردہ اند بجز پاسِ حق گناہِ دگر

مسلمان کے پاس قرآن وسنّت ایک میزان و معیار اور کسوٹی ہیں جن پر وہ پرکھ سکتا ہے کہ کونسی چیز صحیح و جائز اور کونسی غیر صحیح و ناجائز ہے۔

جب ہم اِن رسومات (۳،۴،۵) کو پرکھتے ہیں تو یہ قرآن وسنّت کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔کیونکہ شریعتِ مصطفیٰ ﷺ میں صرف تین دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے، اور وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو جائے، اسے پورے ایامِ عدّت (چار ماہ دس دن) تک زیب وزینت سے منع کیا گیا ہے۔مذکورۃ الصدر رسومات کتاب وسنّت کے

منافی، شریعت سازی کا نتیجہ، نری بدعت اور مکروہ و ناجائز ہیں۔

**غلط فہمی:**

بعض لوگ ان بدعات کو ثابت کرنے کے لیئے بڑی شدّ ومد سے ایک روایت کا حوالہ دیتے اور اس کا حسبِ منشاء صرف ایک جزء ہی پڑھتے ہیں، جو یہ ہے۔

**(مَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدِ اللّٰه حَسَنٌ)**

''جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہی ہوتا ہے۔''

اسی روایت سے مولود شریف، ختم شریف اور چہلم وغیرہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔

**اَوّلاً:**

یہ نبی ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اور امام سخاویؒ نے مکمل روایت اس طرح نقل کی ہے:

**[عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاخْتَارَ مُحَمَّداً فَبَعَثَهُ بِرِسَالَتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاخْتَارَلَهُ اَصْحَاباً فَجَعَلَهُمْ اَنْصَارَ دِيْنِهٖ وَوُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ فَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ قَبِيْحاً فَهُوَ قَبِيْحٌ]**

**(المقاصد الحسنه)**

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے بندوں کے دلوں پر نظر ماری اور محمد (ﷺ) کو اپنی رسالت کیلئے منتخب فرمایا۔ پھر لوگوں کے دلوں پر نظر پھیری اور آپ ﷺ کے لیئے صحابہ منتخب کر کے انہیں دین کے معاون وانصار اور نبی (ﷺ) کے وزیر بنا دیا۔ پس جس کام کو مسلمان اچھا تصّور کریں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا اور جسے وہ بُرا جانیں وہ بُرا ہوتا ہے۔''

اس اثر پر پہلی نظر ڈالتے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ روایت حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف اور انکا اپنا قول ہے، اور کتاب السنۃ للامام احمد، البزار، الطیالسی، معجم الطبرانی، الحلیہ ابونعیم اور بیہقی وغیرہ تمام کتابوں میں موجود ہے۔

**ثانیاً:**

اس روایت میں مذکور مسلمانوں سے مراد ہمارے حلوہ خور ملاّ نہیں بلکہ سیاقِ روایت بتا رہا ہے کہ ان سے قدسی نفوس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں جن کے متعلق خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

**[کَانُوْ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اَبَرُّهَا قُلُوْباً وَاَعْمَقُهَا عِلْماً وَاَقَلُّهَا تَكَلُّفاً اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاقَامَةِ دِيْنِهٖ]**

**(کتبِ مذکورہ بحوالہ مشکوٰۃ۔ کتاب العلم)**

''وہ اس اُمت کے افضل ترین، دل کے نیک ترین، علم میں عمیق ترین اور سب سے تھوڑی کرید اور تکلّف کرنے والے تھے۔ اللہ نے انہیں صحبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اقامتِ دین کے لیئے منتخب فرمایا۔''

**ثالثاً:**

جس روایت سے مغالطہ دیا جاتا ہے اس میں اَلْمُسْلِمُوْنَ کا الف' لام استغراق کے لیئے ہے۔ اور استغراق کا اطلاق اجماعِ امت پر ہوتا ہے۔ نہ کہ صرف حلوہ خوروں کے ایک طبقہ کے لوگوں پر۔ اور اگر اس ال کو جنس کے لیئے مان لیا جائے تو بھی اس قول سے بدعات کو ثابت کرنا درست نہ ہوا کیونکہ کچھ لوگ اچھا سمجھتے ہیں تو بہت سے اسے غلط مانتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

**((كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهٖ مِنَ النِّيَاحَةِ)) (ابن ماجہ، مسند احمد)**

''تدفین کے بعد ورثاء کے ہاں اجتماع کرنے اور کھانا تیار کرنے کو ہم نوحہ وبَین شمار کرتے تھے۔''

جبکہ نوحہ کرنے والوں پر رسولُ اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ)) (ابوداؤد)

''رسول اللہ (ﷺ) نے نوحہ کرنے اور سننے والی، دونوں عورتوں پر لعنت کی ہے۔''

## علماء احناف کے اقوال:

اوّل الذکر حدیث جو کہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں ہے، اس کے حاشیہ پر:

☆ علّامہ سندھی حنفی لکھتے ہیں۔

''یہ حدیث بمنزلہ اجماعِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے اور نبی ﷺ کی تقریری حدیث ہے اور ہر دو طرح سے دلیل وحجّت ہے۔''

آگے جا کر لکھتے ہیں:

''اہلِ میّت کے ہاں اس طرح کھانا تیار کرنا خلافِ سنت ہے۔''

☆ علّامہ ابن ہمام جو حنفیہ کے سرتاج مانے جاتے ہیں۔ وہ ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں حدیث کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں، جن میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((قَدْ جَآءَ هُمْ اَمْرٌ لِيَشْغَلُهُمْ))

''انہیں ایک مصیبت (موت) نے مشغول کر دیا ہے''

حدیث کے ان الفاظ کے حاشیہ پر وہ لکھتے ہیں:

[يُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ] (حاشیہ فتح القدیر)

''اہلِ میّت سے ضیافت لینا مکروہ ہے، کیونکہ یہ ایامِ سرور میں مشروع ہے نہ کہ ایامِ شرور ومصائب میں، یہ بدترین بدعت ہے''۔

**کتبِ فقہ حنفیہ سے:**

اب یہاں بعض دیگر کتبِ حنفیہ سے بھی علماء کی آراء ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ تلخیص السنن میں ہے:

①

**[اَلْاِجْتِمَاعُ فِیْ یَوْمِ الثَّالِثِ خُصُوْصاً لَیْسَ فِیْهِ فَرِیْضَةٌ وَلَا فِیْهِ وُجُوْبٌ وَلَافِیْهِ اسْتِحْبَابٌ وَلَا فِیْهِ مَنْفَعَةٌ وَلَا فِیْهِ مَصْلَحَةٌ فِیْ الدِّیْنِ بَلْ فِیْهِ طَعْنٌ وَمَذَمَّةٌ وَمَلَامَةٌ عَلَى السَّلَفِ حَیْثُ لَمْ یَنْتَبِهُوْالَه' بَلْ عَلٰى النَّبِیِّ(ﷺ) حَیْثُ تَرَکَ حُقُوْقَ الْمَیِّتِ بَلْ عَلٰى اللّٰهِ سُبْحَانَه' وَتَعَالیٰ حَیْثُ لَمْ یُکْمِلِ الشَّرِیْعَةَ وَقَدْ قَالَ فِیْ تَکْمِیْلِ الشَّرِیْعَةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾.الخ] (تلخیص السّنن)**

''تیسرے دن خاص طور پر اجتماع (قُل) فرض ہے نہ واجب، سنت ہے نہ مستحب۔ اس میں کوئی منفعت ہے نہ دینی مصلحت، بلکہ یہ طعن، مذمت اور ملامت ہے، سلفِ صالحین پر کہ وہ اس کام سے ناواقف رہے، بلکہ نبی ﷺ پر بھی کہ آپ ﷺ نے حقوقِ میت ترک کر دیئے اور خود اللہ سبحانہ' وتعالیٰ پر بھی کہ اُس نے شریعت کو مکمل نہ کیا۔ جبکہ وہ آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ میں شریعتِ محمدیہ کی تکمیل کا اعلان کر چکا ہے۔''

گویا تعزیت کے نام پر یہ اجتماعات اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اسلافِ امت پر الزام عائد کرنے کے مترادف ہیں۔

② فتاویٰ بزازیہ میں یومِ اوّل، تیجے اور ساتے کو مکروہ قرار دینے کے بعد میت کے لیۓ قرآن خوانی اور ختم شریف کے متعلق لکھا ہے:

**[یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الدَّعْوَۃِ لِقِرَآءَۃِ الْقُرْاٰنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَآءِ وَالْفُقَرَآءِ لِلْخَتْمِ اَوْلِقِرَآءَۃِ سُوْرَۃِ الْاَنْعَامِ اَوِالْاِخْلَاصِ]**

''قرآن خوانی کی دعوت کرنا، ختم شریف کے لیۓ، سورۂ انعام پڑھنے کے لیۓ اور سورۂ اخلاص کی تلاوت کی خاطر صلحاء وفقراء کو جمع کرنا مکروہ ہے۔''

③ برصغیر کو سب سے پہلے قرآن وسنت کے علوم سے روشناس کرانے والے خاندانِ ولی اللّٰہی کے سربراہ وسرخیل حضرت امام شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[از بدعاتِ شنیعۂ ما مردم اسراف است در ماتمہا چہلم وششماہی وفاتحہ وسالینہ وایں ہمہ را در عربِ اوّل وجود نہ بود] (وصیّت نامہ)

ترجمہ: ''چہلم، ششماہی، فاتحہ اور سالانہ عُرس وغیرہ رسوماتِ ماتم میں فضول خرچیاں ہمارے لوگوں کی بدترین بدعات میں سے ہیں۔ قرونِ اولیٰ میں ان امور کا وجود تک نہ تھا۔''

④ شرح المنہاج میں بھی قُل، دسویں اور چہلم وغیرہ کو ممنوع اور بدعت قرار دیا گیا ہے۔ اور صاحبِ تفسیرِ حقّانی الشیخ عبدالحق دہلویؒ کے اُستاذ علی المتقی قرآن خوانی کے متعلق لکھتے ہیں:

**[اَلْاِجْتِمَاعُ لِلْقِرآءَۃِ بِالْقُرْآنِ عَلَی الْمَیِّتِ بِالتَّخْصِیْصِ عَلٰی الْمَقْبَرَۃِ اَوِالْمَسْجِدِ اَوِالْبَیْتِ بِدْعَۃٌ مَذْمُوْمَۃٌ لِاَنَّہٗ لَمْ یُنْقَلْ مِنَ الصَّحَابَۃِ شَیْئًا]** **(رَدّ البدعات)**

''بالخصوص میّت پر قرآن خوانی کے لیۓ قبر، مسجد یا گھر پر اجتماع

کرنا مذموم بدعت ہے، کیونکہ اس کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کچھ منقول نہیں۔''

⑤ علّامہ مجدالدین فیروز آبادیؒ صاحبُ القاموس المحیط لکھتے ہیں:

[عادت نبود کہ برائے میّت جمع شوند، قرآن خوانند وختمات کنند نہ بر گور ونہ غیرِ آں مکان، وایں بدعت است ومکروہ] (سفرالسعادت)

ترجمہ: ''اسلاف میں میّت کے لیۓ قبر پر یا کسی بھی دوسری جگہ جمع ہو کر قرآن پڑھنے اور ختم کہنے کا کوئی رواج نہ تھا۔ یہ بدعت اور مکروہ ہے۔''

ایسے ہی ''اہلِ سنّت والجماعت'' کی دیگر کتابوں مثلاً صغیری، کبیری، عینی، شرح ہدایہ، مصفی، خلاصہ، ردالمحتار، ردالبدعات علّامہ آفندی اور جامع الروایات وغیرہ میں بھی ان رسومات کو بدعت ومکروہ قرار دیا گیا ہے۔

**فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟**



## مَقابر پر بدعات

جس طرح مرگ پر بہت سی بدعات ہمارا معمول ہیں، اُسی طرح مقابر پر بھی انواع واقسام کا شرک اور لاتعداد بدعات زیرِ عمل ہیں۔ مثلاً قبروں پر کتبے لگانا، تاریخیں لکھنا، قبروں کو چونے، گارے، اینٹ، مٹی اور سیمنٹ سے پختہ کرنا، قبروں پر مسجدیں، قُبے اور گنبد تعمیر کرنا، غلاف اور چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا، منّتیں ماننا، چڑھاوے پکانا، دوردراز سے قصد کر کے مزاروں پر حاضری دینا، صاحبِ قبر کو وسیلہ بنانا، قبروں پر اعتکاف کرنا، ان کا طواف کرنا، سجدے کرنا، میلے وعُرس کرنا اور ان سے مشکل کشائی کی اپیلیں کرنا وغیرہ۔

تو آیئے ان امور کا بھی قرآن وسنّت ، اسلافِ امت اور علماء کی تعلیمات سے موازنہ کریں اور دیکھیں کہ ان کی کوئی شرعی حیثیت بھی ہے یا یہ صرف سلطانی و پیری وملّائی کے شاخسانے ہیں۔ کیونکہ بقول حضرت عبداللہ بن مبارکؒ۔

**لَقَدْ اَفْسَدَالدِّیْنَ مُلُوْکٌ وَاَحْبَارُسُوْءٍ وَرُهْبَانٌ**

''اصل دین کو بے علم بادشاہوں کی پُشت پناہی' پیروں کی ہوسِ گدی نشینی اور ملاّؤں کی حرص وہویٰ نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔''

قبروں پر میلے لگانے اور عُرس کرنے کے متعلق تو گزشتہ صفحات کی وضاحت پر ہی اکتفاء کرتے ہیں کہ ''عاقل را اشارہ کافی است'' اور دور دراز سے مزاروں پر آکر صاحبِ مزار کو بظاہر ''وسیلہ'' ٹھہراتے ہوئے ان سے مشکل کُشائی اور رفعِ حاجات کی درخواست کرنا اور دوسری اقسامِ شرک کے بارے میں شیخ محمد بن سلیمان التمیمیؒ نے کشف الشبہات کے متن میں مدلّل بیان کر دیا ہے۔

قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنے' اعتکاف کرنے' اُن کا طواف کرنے' اُن پر سجدے کرنے اور وہاں نمازیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابومرثد غنوی ص کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

**((لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْااِلَيْهَا)) ۱٦**

''قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی انکی طرف منہ کر کے وہاں نماز پڑھو۔''

قبروں پر مسجدیں بنانے اور چراغاں کرنے کے متعلق بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا فیصلہ یہ ہے:

**((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ)) (ابوداؤد،ترمذی،نسائی)**

---

۱٦ صحیح مسلم، کتاب الجنائز: ۹۷-۹۸ وغیرہ

''نبی کریم ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔''

قبروں پر کپڑے، پھولوں کی چادریں اور غلاف چڑھانے کے بارے میں ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے:

**((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْ مُرْنَا اَنْ نَّكْسُوْاالْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ))(صحيح مسلم)**

''اللہ نے ہمیں پتھر اور مٹی کو لباس پہنانے کا حکم نہیں دیا۔''

معروف حنفی عالم قاضی ثناء اللہ پانی پتی طوافِ قبور، سالانہ عُرس اور دیگر بدعات کے متعلق لکھتے ہیں:

**[لَا يَجُوْزُ مَا يَفْعَلُ الْجُهَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِيَاءِ وَالشُّهَدَآءِ مِنَ السُّجُوْدِوَالطَّوَافِ حَوْلَهَا وَاتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا وَمِنَ الْاِجْتِمَاعِ بَعْدَ الْحَوْلِ كَالْاَعْيَادِ وَيُسَمُّوْنَه، عُرْساً]**

**(تفسير مظهری)**

''اولیاء وشہداء کی قبروں پر جاہل لوگ جو سجدے، طواف اور چراغاں کرتے، ان پر مسجدیں بناتے، سالانہ میلے لگاتے اور ان کو عرس کا نام دیتے ہیں، یہ سب امور جائز نہیں ہیں۔''

## قبروں کو پُختہ کرنا اور مجاور بن کر بیٹھنا

یہ بدعت اور نمود ونمائش ہے۔اور دنیاداری ووضعداری بھی۔ مالی فرقِ مراتب کے لحاظ سے کچھ لوگ تو صرف قبر ہی کو پختہ کر دینے کی سکت رکھتے ہیں، وہ اسی پر اکتفاء کر لیتے ہیں اور جن کو اللہ نے دولت کا خزانہ عطا کر رکھا ہے، ان کا علماءِ سُوء اور پیری فقیری کی لائین سے مس ہونے کا نتیجہ اس شکل میں نکلتا ہے کہ جب ان کا کوئی عزیز دارِفناء سے

دارِ بقاء کی طرف منتقل ہو جائے تو انھیں دولت کے اظہار کا بے جا مصرف مل جاتا ہے۔ وہ خطیر رقمیں لگا کر قبر پر دیدہ زیب عمارت تعمیر کرتے ہیں، پھر اسے رنگا رنگ سنگ مرمر، بوقلموں موزائیگ، قیمتی ٹائل، پینٹس اور فانوس وقندیل سے ڈیکوریٹ کیا جاتا ہے۔ گویا کھاتے پیتے گھرانوں کے مُردے بھی ایسی پُرشکوہ اور دلکش جگہوں پر رہتے ہیں، جیسی کروڑہا زندوں کو بھی نصیب نہیں ہوتیں۔

کاش یہ لوگ ساتھ ہی بسنے والے غرباء، فقراء اور مساکین کی طرف نظر کریں کہ وہ کیسی تنگدستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، گرمی وسردی کے موسم میں کُھلے آسمان کے نیچے جُھلس اور ٹھٹھر رہے ہیں یا بوسیدہ جھونپڑیوں میں سَر چُھپائے بیٹھے ہیں۔ اگر بن پڑے اور دولت اتنی ہی بے قابو ہو جائے تو اُن کے مسائل پر غور وفکر کریں۔ جو فرض وثواب، مذہب وسماج اور معاشرت واخلاق سب کچھ ہے۔ چہ جائیکہ ان لوگوں پر خرچ کریں جن کا اس جہانِ فانی سے رشتہ منقطع ہو چکا ہے اور وہ ان لمبے چوڑے اخراجات سے بننے والے مزاروں اور گنبدوں سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ پھر اس کی کوئی تھوڑی بہت ہی اسلامی اور شرعی گنجائش ہوتو بھی سوچا جا سکتا ہے کہ چلو امتثالِ امر پر ثواب ہوگا۔ اور دنیا میں ''ناک'' بھی سلامت رہے گی۔ مگر ایسا بھی نہیں کیونکہ شرعاً یہ فعل مکروہ ہے، ممنوع ہے، بلکہ حَرام ہے۔

**بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا فیصلہ:**

خیر خواہِ امت حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ کی حدیث ہے جسے حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں:

**((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهِ وَاَنْ يُّبْنىٰ عَلَيْهِ)) ۷۱**

۷۱ صحیح مسلم، کتاب الجنائز: ۹۷۔۹۸، ابوداؤد، کتاب الجنائز: ۷۳، ترمذی، کتاب الجنائز: ۵۷، نسائی، القبلۃ: ۱۱، مسند احمد ۴/ ۱۳۵

''نبی ﷺ نے قبروں کو چونا گچ کرنے ،اُن پر کتبے لگانے اور عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے:

**((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُوَاَنْ يُّبْنىٰ عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ))** ۱۸

''رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو چونا گچ کرنے'ان پر عمارت تعمیر کرنے اوران کا مجاور بن کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''

## خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل:

ہادیٔ اعظم رسولِ معظم ﷺ کے برادرِعمزاد اور داماد، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان قبوں اور عمارتوں کے متعلق اپنا عمل حدیثِ پاک میں موجود ہے، ان کا یہ عمل ایک ایسی ہستی سے ماخوذ ہے جو ہمارے لیۓ اسوۂ حسنہ، قدوۂ اعلیٰ اور بہترین نمونہ ہیں۔اس حدیث میں ہے۔

**((عَنْ اَبِىْ هِيَاجِ الْاَسَدِيِّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَّا تَدَعَ تِمْثَالاً اِلَّا طَمَسْتَه' وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَه'))** **(صحيح مسلم بحواله مشكوٰة :١٤٥)**

''ابو ہیاج اسدی کہتے ہیں مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''کیا میں تجھے ایسی مہم پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا کہ آپ کوئی تصویر (مورتی) دیکھیں تو اُسے مٹا دیں اور کوئی بلند و بالا قبر نظر آئے تو اسے گرا کر برابر کردیں۔''

ایک اور حدیث میں قبر'تصویر اور بُت تینوں کے ذکر کے بعد فرمایا:

۱۸ صحیح مسلم، کتاب الجنائز:۹۴،مسند احمد:۶/۲۹۹